یا اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

خلافت راشدہ حق چار یار

سیرتِ خلفاءِ راشدینؓ

سلسلۂ اشاعت نمبر 37

حقیقتِ باغِ فدک

مرتبہ

حافظ عبدالوحید حنفی ججپال

مکتبہ حنفیہ پرنٹرز، پبلشرز، بک سیلر اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز
غزنی سٹریٹ 38 اردو بازار لاہور 0343-4955890

یا اللہ جل جلالہ

اصلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ

حق چار یار

سیرت خلفاءِ راشدین رض

حقیقت باغِ فدک

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی
چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 37

شائع کردہ: مکتبہ حنفیہ
پرنٹر، پبلشر، بک سیلرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز
بیسمنٹ یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0343-4955890

نام کتاب: حقیقت باغِ فدک — سلسلۂ اشاعت: 37 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفیؔ آوڈھروال (چکوال) 0313-5128490

صفحات: 48 — قیمت: 30 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: النور مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 15 شعبان 1433ھ مطابق 6 جولائی 2012ء بروز جمعۃ المبارک

ناشر: مکتبہ حنفیہ اردو بازار لاہور 0343-4955890

فہرست عنوانات

حقیقتِ باغِ فدک

سوال: باغ فَدک کیا ہے؟

جواب: ”فدک“ ایک شہر کا نام تھا جو مدینہ منورہ سے شمالی جانب سے تقریباً تین منزل (۱۰۷ کلومیٹر) مسافت پر واقع ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وَ اَمَّا فَدَکٌ وَ ھِیَ بِفَتَحِ الْفاَ وَ الْمھملة بَعْدَھَا کَاف بَلد بَیْنَھُمَاوَبَیْنَ الْمَدِیْنَة ثَلَاثُ مَرَاحِل[1]

ترجمہ: اور فدک کی فا اور دال دونوں زبر سے ہیں اور آخر میں کاف ہے۔ یہ ایک شہر ہے جس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے۔

۷ھ میں جب خیبر فتح ہو گیا تو یہود فدک نے مرعوب ہو کر آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول کرلی اور پیداوار میں سے اہل خیبر کی طرح حصہ دینا منظور کرلیا۔ اراضی فدک کی آمدنی میں سے آنحضرت ﷺ اپنے گھر کے اخراجات اور حضرت علیؓ کے گھر کے اخراجات الگ کرلیتے تھے۔ باقی ماندہ کو مساکین مدینہ اور یتامیٰ پر خرچ کرتے تھے۔

---

[1] شرح بخاری شریف

اسی فدک کی آمدنی میں سے جہاد فی سبیل اللہ اور آنے جانے والے مسافروں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ نیز بنو ہاشم کے نکاحوں پر اسی فدک کی آمدنی میں سے خرچ کرتے تھے۔ الغرض فدک کی آمدن سے آپ اس طرح تصرف کرتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ اس جہان سے روانہ ہونے لگے تو اللہ کی راہ میں وقف کر گئے اور فرمایا:

نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ[1]

ہم پیغمبروں کی جماعت ہیں۔ کسی کو اپنا وارث بنا کے نہیں جاتے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ (وقف) ہو جاتا ہے۔

اور یہی حدیث شیعہ مکتبہ فکر کی بنیادی کتاب اصول کافی میں بھی ہے۔

اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا۔[2]

تحقیقی سوال وجواب قضیہ فدک

(۱) **سوال:** قرآن مجید میں ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔[3]

حکم کرتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں کہ ایک

---

[1] بخاری شریف

[2] اصول کافی باب ثواب العالم والمتعلم

[3] پ ۴ سورۃ النساء آیت ۱۱

بیٹے اور دو بیٹیوں کا حصہ برابر ہے۔

کیا اس آیت کے خطاب میں جس طرح اُمتی داخل ہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی داخل ہیں؟

جواب: اس آیت میں صرف آنحضرت ﷺ کے ماننے والوں کو خطاب ہے۔ آنحضرت ﷺ اس آیت کے خطاب کے مخاطب نہیں ہیں۔

۲۔ "یوصیکم اللہ" میں مخاطب مجمل ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ نے حدیث منقول اصول کافی رسول اللہ کی روشنی میں اور حضرت ابو بکرؓ صدیق کی حدیث منقول بخاری میں واضح کر دیا کہ "یوصیکم" کے خطاب میں پیغمبر داخل ہی نہیں۔

ان احادیث رسول میں خود آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو شامل نہیں کیا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ نے دوسری احادیث میں بعض دوسرے افراد کو بھی وراثت کے مسئلہ میں خارج کیا۔

(ا) فرمایا:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَر انّ مِیْرَاث ولد الملَاعنة لِاُمّه فَان کَانَتْ اُمّه لَیْسَت بحیّه فَلاقرب النَّاس اِلٰی اُمّه اخوَانَه

امام محمد باقر سے روایت ہے: آپ نے فرمایا: لعان والی عورت کا بیٹا مر جائے تو اس کی وارث اس کی ماں ہے۔ اگر ماں زندہ نہ ہو تو اس

مرد کے ماموں جو زیادہ قریب ہیں۔(فروع کافی ج ۳ص ۸۸)

(۲) فرمایا:

لَا مِیْرَاثُ الْکَافِرِ الْمُسْلِم

کافر، مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

(۳) قال رسول اللہ ﷺ: لَا مِیْرَاثَ لِلْقَاتِلِ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: قاتل کے لئے مقتول کی میراث نہیں۔(فروع کافی ج ۳ص ۷۷)

(۴) فرمایا:

عن ابی عبداللہ قال لا یتوارث الحر والمملوک

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا: آزاد اور غلام ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔(فروع کافی ج ۳ص ۸۲)

اُمید ہے کہ سائل تخصیص کے ان نمونوں کے مطالعہ کرنے کے بعد سمجھ گئے ہوں گے کہ شیعہ مکتبہ فکر کے محدثین نے بھی کتب احادیث میں اس آیت میں تخصیص روا رکھی ہے۔

اس آیت کی تخصیص کے لئے جو حدیثیں اہل سنت پیش کرتے ہیں وہ چونکہ فریقین کی کتابوں میں برابر صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔

(۲) **سوال:** قرآن مجید میں ہے:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ

رَبِّ رَضِيًّا

پس عطا کر مجھے ایک لڑکا جو میراث لے اور حضرت یعقوب کی اولاد کا وارث بنے۔ اے میرے پروردگار! اس کو پسندیدہ بنالو۔

سوال: یہ ہے لفظ وراثت مال کی وراثت میں حقیقت ہے اور علم و نبوت میں مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اور علم و نبوت میں اس کا استعمال کرنا کیا بدوں دلیل جائز ہے؟

جواب: اس آیت میں وراثتِ علم شریعت مراد ہے۔ مال کی وراثت ہرگز مراد نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ پیغمبروں کی نگاہ میں مالِ دُنیا کی کوئی قدر و قیمت اور عزت و منزلت نہیں ہوتی۔ دُنیادار چاہتے ہیں کہ ہماری کمائی اور جمع شدہ مال ہماری اولاد ہی کے کام آئے، کسی دوسرے کے کام نہ آئے۔

خدارا! ان بزرگوں کو اپنے پر قیاس نہ کرو۔ یہ دلیل عقلی ہے جو ہر عقلمند کو مجبور کرتی ہے کہ آیت زکریاؑ میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں۔ دنیوی چیزوں کی وراثت مراد نہ لیں اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی معنیٰ تصور میں نہیں آسکتے۔ دیکھیں آیت سے قبل میں یہ ارشاد ہے:

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ

اور میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے جو میرے پیچھے رہنے

والے ہیں۔

اب سوچنا یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ کو کس بات کا ڈر ہے؟

جب از روئے شریعت خداوندی آپ کے رشتہ دار مال کے وارث ہیں اور قانونِ خداوندی آپ کا مال آپ کے رشتہ داروں کو دلاتا ہے تو پھر گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ گھبراہٹ تو حقیقت میں احکام شرعیہ سے گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔اس صورت میں حضرت زکریاؑ کی دُعا میں بھی وراثتِ علم شریعت مراد ہو گی کہ آپ کو ڈر اس بات کا ہے کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلام کی تبلیغ میں کوتاہی کر گئے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء کی شان کے مطابق ہے۔

اس صورت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا میں بھی وراثتِ علم شریعت مراد ہو گی اور اگر یہاں کوئی وراثتِ مال مراد لینے کی کوشش کرے تو آیت کے ماقبل کے خلاف کرے گا۔ اس آیت میں دُعائے زکریاؑ کے مابعد کو دیکھا جائے تو ارشاد ہوا ہے:

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ

یعنی اے یحییٰ! اس کتاب کو زور سے پکڑ لو۔

سائل کے علم میں ہو گا کہ یہ وہی حضرت یحییٰ ہیں جس کے لئے حضرت زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دُعا کی تھی۔ اگر حضرت زکریاؑ کی

مراد مال کی وراثت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ

یعنی اے یحییٰ! اس مال کو قوت سے پکڑ لو۔

پھر لفظ الکتاب کی جگہ لفظ المال مناسب ہوتا۔

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡمَالَ بِقُوَّۃٍ

معلوم ہوا کہ ان عقلی اور نقلی دلائل سے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں علم شریعت کے وراث کی طلب ہے۔ مال کے وارث کی طلب نہیں ہے۔

(۳) **سوال:** قرآن میں آیا ہے:

وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ (سورۃ نمل آیت ۱۶)

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داوود علیہ السلام کے وارث (قائم مقام) ہوئے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ وراثت کا لفظ مال کی میراث میں حقیقت ہے اور علم شریعت کی میراث میں مجاز ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: اس آیت میں بھی نبوت اور بادشاہت کی وراثت قائم مقام ہونا مراد ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں آگے ہے:

وَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَ اُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ (پ۱۹ النمل آیت ۱۶)

اور انہوں نے کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم دی

گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔ واقعی یہ صاف فضیلت ہے۔

اس جملہ میں اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ حضرت امام جعفر صادقؒ نے خود بیان فرمایا ہے جس کو تفسیر صافی ج ۲ ص ۳۷ پر نقل کیا ہے۔

فی الجوامع عن الصادق یعنی الملک و النبوت

یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اسم اشارہ سے مراد بادشاہت اور نبوت ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ آپ کے نزدیک حضرت سلیمان نبوت اور بادشاہت کے وارث ہوئے ہیں۔ اگر مال کی وراثت مراد ہوتی تو امام جعفر صادق اسم اشارہ کی تفسیر فرماتے یعنی المال و النبوۃ۔ مال کے لفظ کو ترک کر دینا اور اس کی جگہ پر ملک و نبوت کو رکھ دینا صاف بتا رہا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی مال میراث آپ کے خیال شریف میں موجود نہیں۔ یہاں سے اصول کافی کی حدیث "ان الانبیاء لم یورثوا درھما و لا دینارا" کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اور دوسری دلیل ایک حدیث ہے جو اصول کافی میں ہے:

قال ابو عبداللہ علیہ السلام ان سلیمان ورث داؤد و ان محمدا ورث سلیمان (اصول کافی مطبوعہ تہران ص ۵۳)

حضرت داوود علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے اور

حضرت سلیمانؑ کے وارث حضرت محمد ﷺ ہوئے۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ محمد ﷺ اور سلیمان علیہ السلام میں جس قسم کی میراث ہے، سلیمانؑ اور داوود علیہ السلام میں بھی اسی قسم کی مراث ہے۔

(۲) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ لفظ وراثت بغیر مفعول بہ کے مذکور ہو تو اس صورت میں بھی مالی وراثت کے علاوہ دوسری وراثت مراد ہو سکتی ہے۔

چنانچہ اصول کافی کی اس حدیث میں وراثت بغیر مفعول بہ کے مذکور ہے اور مراد نبوت اور بادشاہت کی وراثت ہے۔

(۳) تیسری دلیل: حضرت داوود علیہ السلام کے فرزندوں کی تعداد انیس (۱۹) تک کتب تفسیر اور تاریخ میں ملتی ہے۔

جیسا کہ ناسخ التواریخ جلد اوّل ص ۲۷ پر حضرت داؤدؑ کے چھ بیٹوں کے نام یوں لکھے ہیں:

(۱) عمعون (۲) کالاب (۳) ابی شالدم

(۴) اودنیا (۵) سعطیا (۶) ایثرعم

پھر آگے دوسرے بیٹوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

پس اگر آیت مذکورہ حضرت داؤد کی مالی میراث کا مذکور ہوتا تو آپ کے فرزندوں میں سے صرف حضرت سلیمان کے ذکر کرنے میں کون سا فائدہ ہے؟

کیا یہ مقصود ہے کہ باقی فرزندوں کو محروم کر دیا گیا تھا؟ نہیں ہر گز نہیں۔ کلام اللہ بے فائدہ ہونے سے پاک ہے۔ اس لئے اس آیت میں میراث نبوت اور بادشاہت مراد ہو گی۔ اور متنازعہ فیہ وراثت سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ اب اگر کوئی کہہ دے کہ بغیر دلیل کے مجازی معنٰی مراد لے رہے ہیں تو یہ اس کی سینہ زوری ہو گی۔

(۴) **سوال:** شیعہ مکتبہ فکر کی کتاب فلک النجات میں لکھا ہے:

ورث سلیمان من ابنہ داؤد الف فرس

یعنی حضرت سلیمانؑ اپنے باپ داوود علیہ السلام سے ہزار گھوڑے کے وارث ہوئے۔

کیا اس سورہ نمل میں وراثتِ مالی مراد ہے جو متنازعہ فیہ ہے؟

جواب:

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض

اللہ تعالٰی کے لئے آسمانوں اور زمین کا قبضہ ہے۔

یعنی ہر چیز اُس کے قبضہ میں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کا کوئی رشتہ دار فوت ہو گیا اور نعوذ باللہ آپ کو آسمان و زمین میراث میں مل گئے ہیں۔ لفظ وراثت معنٰی میں قبضہ کے بھی آتا ہے۔ کیوں کہ جب حضرت داوودؑ کی بادشاہی حضرت سلیمانؑ کو مل گئی تو حکومت کے گھوڑوں پر بھی انہیں کا قبضہ ہو گیا۔ حکومت کے

خاص اموال کو حاکم ہی تصرف میں لاتے ہیں۔ اس قبضہ کو ایک مثال سے سمجھیں:

آج کل ہمارے ملک میں کچھ زمینیں ایسی ہیں جو حکومت کی ملک میں ہیں۔ متعلقہ آفیسرز یہ زمینیں رعایہ کو پٹہ پر دیتے ہیں اور وصول شدہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیتے ہیں۔ کیا ان حاکموں کو کوئی عقل مند آدمی زمینوں کا مالک تصور کر سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت داوود علیہ السلام کے بعد جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو شاہی گھوڑوں میں اُن کا تصرف جاری ہو گیا۔ اسی تصرف اور انتظامی قبضہ کو مفسرین کرام نے وراثت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وراثتِ بادشاہت ہے۔ جس کے ضمن میں گھوڑے کیا سب حکومت کے اموال حاکم کے تصرف اور انتظام کے اندر آجاتے ہیں۔ اس سے مالک ہونا ہر گز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ہزار گھوڑے کے مالک ہوتے تو پھر آپ کو اپنی خاص ضروریاتِ زندگی کے لئے ٹوکریاں بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ جو شخص ہزار گھوڑے کا مالک ہو وہ تو بڑا بھاری دولت مند ہوتا ہے۔ گھوڑوں کا تناسل اور فروخت اتنی کثیر تعداد میں کئی کنبوں کی پرورش کے لئے کفایت کرتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ گھوڑے آپ کی ذاتی چیز نہیں تھے بلکہ حکومت

کے املاک میں سے تھے۔ اسی لئے آپ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ٹوکرے بنا کر فروخت کرتے تھے۔

شیعہ مجتہد علامہ محمد حسین خوانصاری لکھتے ہیں:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ

شرح میں لکھتے ہیں:

باوجود آں ملک و سلطنت زنبیل بافتے بجہت امر معاش خود بر حصید خواب کردے لحظہ از یاد حق غافل نہ بودے

ترجمہ: باوجود اس بادشاہی کے اپنے گزارے کے لئے ٹوکریاں بناتے تھے اور چٹائی پر نیند کر لیتے تھے اور ایک دم بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

قرآن میں بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر اور کچھ کی وراثت کا ذکر بھی ہوا ہے۔ مگر کسی کی وراثتِ مالی کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے۔ سب کی علمی، کتابی اور معنوی وراثت کا ذکر ہے۔ شیعہ مکتبہ فکر کے ایک مصنف فلک النجات ص ۴۰۱ میں لکھتے ہیں:

قال الثعلبی فی عرائس المجالس ص ۲۰۰

وورث سليمن داؤد يعنی نبوته وحكمته علمه وحكمه

حضرت سلیمانؑ داوودؑ کے وارث ہوئے ان کی نبوت کے اور حکمت کے اور علم کے اور بادشاہت کے۔

(۱) حدیث لانورث متفق علیہ ہے

حضرت عمرؓ فاروق نے صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور صحابہؓ سے پوچھا:

اَنۡشُدُکُمۡ بِاللّٰہِ الَّذِیۡ بِاِذۡنِہٖ تَقُوۡمُ السَّمَاءُ وَ الۡاَرۡضُ ھَلۡ تَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَا نُوۡرِثُ مَا تَرَکۡنَا صَدَقَۃٌ یُرِیۡدُ بِذٰلِکَ نَفۡسَہٗ۔ قَالُوۡا: قَدۡ قَالَ ذٰلِکَ فَاَقۡبَلَ عُمَرَ عَلٰی عَبَّاس وَ عَلِیٍّ۔ فَقَالَ: اَنۡشُدُکُمَا بِاللّٰہِ ھَلۡ تَعۡلَمَانِ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَدۡ قَالَ ذٰلِکَ۔ قَالَا: نَعَمۡ۔[1]

ترجمہ: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم وارث کسی کو نہیں بناتے۔ جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس سے حضور ﷺ کی اپنی ذات مراد تھی۔ پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم دونوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ وہ دونوں کہنے لگے: ہاں درست ہے۔

(۲) حدیث لانورث کتب شیعہ میں بھی موجود ہے

اصح الکتب شیعہ اصول کافی میں ہے:

[1] بخاری شریف ج۲ ص ۵۷۵۔۹۹۶، تحفہ امامیہ ص ۱۷۸ از مولانا مہر محمد

ان العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینارا و لا درھما۔ولکن ورثوا العلم فمن اخذمنه اخذ بحظ وافر۔[1]

ترجمہ: بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام درہم اور دینار کی میراث نہیں چھوڑتے لیکن وہ علم کا وارث بناتے ہیں۔جو وہ لیتا ہے وہ بڑی دولت حاصل کر لیتا ہے۔

اصول کافی کے باب ثواب العالم و المتعلم میں ایک لمبی حدیث کے آخر میں بخاری کی طرح نفی میراث کی حدیث موجود ہے۔[2]

(۳) میراثِ نبوی مالی کی نفی کتب شیعہ میں

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰه عَلَیْهِ السَّلَام قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاء وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاء وَ ذٰلِکَ اِنَّ الْاَنْبِیَاء لَمْ یُوْرَثُوْا دِرْھَمًا وَ لَا دِیْنَارًا وَ اَنَا وَرَثُوْا اَحَادِیْث مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْء مِنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَافِرًا فَانْظُرُوْا عِلْمَکُمْ عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ۔[3]

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا بے شک انبیاء کے وراثت علماء ہیں۔ اس لیے کہ انبیاء درہم و دنانیر کا کسی کو وراثت نہیں بناتے۔ بلاشبہ وہ احادیث ہی وراثت میں چھوڑتے ہیں جو ان میں سے کچھ لے لیتا ہے وہ بڑا حصہ لے لیتا ہے۔ تم اپنے علم میں غور کرو کن

---

[1] اصول کافی ج ا ص ۲۲۵ طبع ایران باب ان الائمہ ورثوا علم الٰہی و جمیع الانبیاء

[2] تحفہ امامیہ ص ۱۷۹

[3] اصول کافی باب صفۃ العلم ص ۳۲۔ تحفہ امامیہ ص ۱۷۹

لوگوں سے لے رہے ہو۔

(۴) محمد بن حنفیہؒ کو وصیتِ علیؓ کہ فقہا انبیاء کے وارث ہیں

وَ تَفَقَّه فِی الدِّیْن فَاِنَّ الْفُقَهَاء وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاء اِنَّ الْاَنْبِیَاء لَمْ یُوْرَثُوْا دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَ لٰکِنْهُمْ اُوْرِثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج۲ ص۳۴۶، تحفہ امامیہ ص۱۷۹)

ترجمہ: اور دین میں سمجھ حاصل کر اس لئے کہ فقہاء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے لیکن صرف علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ جو اس سے حاصل کرتا ہے وہ بڑا حصہ حاصل کرتا ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے مالی وراثت میں نہ درہم چھوڑا نہ دینار

امام باقرؒ اپنے والد حضرت زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وراثت میں نہ درہم چھوڑا نہ دینار، نہ باندی نہ غلام، نہ بکری نہ اونٹ۔

آپ ﷺ کی روح اس حالت میں قبض ہوئی کہ آپ کی زرہ مدینہ کے یہودی کے پاس ۲۰ صاع جو کے بدلے گروی تھی۔ جو آپ ﷺ نے اہل و عیال کے خرچ کے لئے ادھار لئے تھے۔[1]

[1] کتاب شیعہ قرب الاسناد حمیری ص۴۴، تحفہ امامیہ ص۱۸۱

فدک کا قضیہ اصل صورتِ حال

امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ وہ یہ واقعہ پانچ راویوں سے الگ الگ نقل کرتے ہیں اور ہر روایت کے راوی ابن شہاب ہیں۔

(۱)	اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ					حضرت علیؓ و عباسؓ
(۲)	عروۃ ابن زبیر					حضرت عمرؓ بن الخطاب
(۳)	ابن شہاب زہری					مالک بن اوس حدثان سفری
(۴)	صالح	شعیب	عقیل	معمر		ابن شہاب زہری
(۵)	ابراہیم بن سعد	ابوالیمان	اللیث	ہشام		شعیب
(۶)	عبدالعزیز بن عبداللہ		یحییٰ بن بکیر	عبداللہ بن محمد	ابراہیم بن موسیٰ	ابوالیمان
	بخاری ج۲ ص۱۶۰ کتاب الجہاد	بخاری ج۲ ص۲۰۷	بخاری ج۲ ص۶۱۶	بخاری ج۳ ص۶۰۳	بخاری ج۲ ص۵۲۸	بخاری ج۲ ص۵۲۶
	ناخوشی مذکور ہے	ناراضگی مذکور نہیں				

(ا) عبد العزیز کی روایت کے الفاظ

عبد العزیز بن عبد اللہ، ابراہیم بن سعد، صالح ابن شہاب، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکرؓ صدیق سے مطالبہ کیا کہ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بطور فے عنایت فرمایا تھا، ان کا میراث کا حصہ ان کو دے دیں۔ تو صدیقؓ اکبر نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما گئے ہیں کہ ہمارے مال میں عملِ میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس پر جناب فاطمہؓ (فغضبت) ناخوش ہوئیں اور اپنی وفات تک صدیقؓ اکبر سے گفتگو نہ کی۔

(قَالَ لَا نُوْرِث مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فَهجرَت اَبَابَکْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مهاجِرت اَبَابَکْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتُهُ حَتّٰی تَوَفِّيت)

تبصرہ: حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حدیث رسول سنائی تو کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان سُن کر کوئی سنانے والے سے ناراض ہوتا ہے؟ یا اپنے آپ پر غصہ آیا ہو گا کہ کاش! میں یہ سوال نہ کرتی۔ اور پھر اس مطالبہ پر اپنی موت تک سوال نہ کیا۔ کیوں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان پر خوش ہو گئیں۔

(۲) ابو الیمان کی روایت کے الفاظ

ابو الیمان، شعیب، زہری، عروہ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس آدمی بھیج کر ان سے اپنی میراث طلب کی، یعنی وہ چیزیں جو خدا نے اپنے رسول ﷺ کو "فے" کے طور پر دی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کا مصرف خیر جو مدینہ اور فدک میں تھا اور خیبر کی متروکہ آمدنی کا پانچواں حصہ۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ آلِ محمد اس مال یعنی خدا داد مال میں سے کھا سکتے ہیں۔ ان کو یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لے لیں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے صدقات کی جو حالت آپ کے زمانہ میں تھی، میں اس میں کوئی تبدیلی نہ کروں گا۔ بلکہ وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ المرتضٰی نے تشہد پڑھا، پھر کہا: اے ابو بکرؓ! ہم آپ کی فضیلت و بزرگی سے خوب واقف ہیں۔ اس کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہؓ کی قرابت اور حق کو واضح کیا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے رسول اللہ ﷺ کی

قرابت سے سلوک کرنا (اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ) اپنی قرابت کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

تبصرہ: یہ روایت بھی وہی ہے لیکن اس میں نہ فغضبت کے الفاظ ہیں اور نہ موت تک کلام نہ کرنے کے الفاظ۔ حالانکہ اوپر سے یہ سب روایتیں حضرت عائشہؓ سے منسوب کی گئی ہیں۔

دوسرا اس میں خود جانے کا نہیں بلکہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ذریعہ مسئلہ دریافت کرانے کا ذکر ہے جو کہ صدیق اکبرؓ نے حدیث رسولؐ سنا کر واضح کر دیا کہ ایسا ہی کروں گا جیسا حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔

اصل واقعہ اتنا ہی معلوم ہوتا ہے باقی ناراضگی والے اضافے راوی کے اپنے اضافے ہیں۔

(۳) یحییٰ بن بکیر کی روایت کے الفاظ

یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہی کہ بنت نبی ﷺ نے (کسی کو) حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس بھیجا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اس مال کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ اور فدک سے دیا تھا اور خیبر کے بقیہ خمس کی میراث چاہتے ہیں تو ابو بکرؓ صدیق نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ

ہے۔ ہاں آلِ محمد ﷺ اس میں سے کھا سکتی ہے۔ اور میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں آپ کے عہد مبارک کے عمل کے خلاف بالکل تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اور میں اس میں اسی طرح عمل در آمد کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ بھی حضرت فاطمہؓ کے حوالے نہ کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس کے بعد وفات تک (اس معاملہ میں) گفتگو نہ کی۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

(فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت)

تبصرہ: اس روایت میں بجائے "فغضبت" کے لفظ "فوجدت" کے ہیں۔ اس میں بھی راوی کا یہ گمان ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے بعد وفات تک پھر اس قضیہ کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔

جب صدیقؓ اکبر نے حدیث رسول سنادی کہ ایسا ہی کروں گا جیسا رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور فرمانِ رسول ﷺ کے تحت ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اس کے بعد پھر مطالبہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور ناراض ہونے کا بھی

تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کوئی مومن یا مومنہ حضور ﷺ کے فرمان سنانے پر ناراض ہو سکتا ہے یا ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ یہ بھی راوی کا اپنا الحاق ہے۔

(۴) عبد اللہ بن محمد کی روایت کے الفاظ

بخاری شریف باب ۹۱۱ قول النبی ﷺ لا نورث ماتر کنا صدقة

حدیث ۱۶۳۴

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ، وَالْعَبَّاسَ عَلَيْهِمَا السَّلَام أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَيْهِمَا مِنْ فَدَكَ، وَسَهْمَهُمَا مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَا أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ، قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ (بخاری ج ۳ کتاب الفرائض (میراث) ص ۲۱۶)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

حدیث: ہم سے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، ان سے ہشام نے حدیث بیان کی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عروہ نے اور ان سے عائشہؓ نے کہ فاطمہؓ اور عباسؓ ابو بکرؓ کے پاس آنحضور ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ بلاشبہ آلِ محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچہ پورا کرے گی۔

ابو بکرؓ نے کہا: واللہ! میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا۔ جسے میں نے آنحضرت ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا، وہ میں بھی کروں گا۔

بیان کیا کہ اس پر فاطمہؓ نے ان سے مطالبہ چھوڑ دیا اور موت تک ان سے اس بارے میں بات نہیں کی۔

تبصرہ: اس روایت میں بھی "فغضبت" کا لفظ نہیں ہے۔ اس میں بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ دونوں گئے تھے اور صدیق اکبرؓ کے جواب سے ایسے مطمئن ہوئے کہ پھر موت تک یہ تقسیم ترکہ کا مطالبہ نہیں کیا اور اس بارے میں پھر بات یعنی گفتگو نہیں کی۔

ارشادِ نبوی سُن کر وہ تو مطمئن ہو گئے لیکن ابو بکرؓ صدیق کے مخالف قیامت تک مطمئن نہیں ہوں گے۔

(۵) ابراہیم بن موسیٰ کی روایت کے الفاظ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام وَالْعَبَّاسَ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ، وَاللَّهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي (بخاری شریف ج ۲ کتاب المغازی حدیث ۴۰۲۱ باب ۴۸۱)

ابراہیم بن موسیٰ، ہشام، معمر، زہری، عروہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ زہرا دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر اپنا ترکہ فدک اور آمدنی خیبر سے مانگنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ ہم لوگوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آلِ محمد اپنی گذر کے لئے اس میں سے لے سکتے ہیں۔ رہا سلوک کرنا تو اللہ کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے سلوک کرنے کو اپنے

رشتہ داروں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔

تبصرہ: اب اس روایت میں بھی حضرت فاطمہؓ کے صرف پوچھنے کا تذکرہ ہے۔ آگے یہ نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کا ارشاد سن کر (غَضِبَتْ) ناخوش سی ہو گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ رافضی نے اپنے گمان سے روایت میں جوڑ دیئے جو کہ حقیقت میں بھی درست نہیں کیوں کہ حدیث رسول ﷺ سُن کر وہ راضی (خوش) تو ہو سکتی ہیں، ناراض نہ ہو سکتی ہیں، نہ ہوئی ہیں۔

یہ ٹوٹکہ رافضی نے جوڑ کر اہل بیتؓ اور صحابہؓ اور ابو بکر صدیقؓ کے درمیان رنجش ظاہر کر کے دراصل دونوں کے خلاف اپنا عقیدہ اور نظریہ ظاہر کیا ہے۔ اہل سنت کے عقیدہ میں وہ ناراض نہیں بلکہ خوش ہوئی ہوں گی۔

تحقیق

بخاری شریف کے پانچوں مقامات پر کوئی فقرہ ایسا نہیں ہے جس کا ترجمہ تا وفات ناراضگی ہو۔ اور **فغضبت** کا لفظ بھی صرف ایک روایت میں ہے۔

(۲) اس عبارت کے سرے پر جو لفظ "قال" آیا ہے وہ ظاہر کرتا

ہے کہ یہ فقرہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے فرمودات میں سے نہیں ہے۔

بلکہ اس فقرے کو ذکر کرنے والا کوئی مرد ہے۔ کیوں کہ قال صیغہ واحد مذکر ہے۔ پس کوئی شبہ نہ رہا کہ اس حدیث میں جو ترک گفتگو یا ناراضگی کا فقرہ ہے وہ اس اسناد کے راویوں میں سے کسی مرد راوی کا کیا ہوا ہے۔

اور یہ فقرہ خواہ ابنِ شہاب زہری نے کہا ہے یا ان کے شاگرد راویوں میں سے کسی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

یہی روایت ابنِ جریر کی تاریخ الامم جلد دوم ص ۴۴۸ پر موجود ہے وہاں بھی لفظ ''قال'' مذکور ہے۔

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ترک گفتگو اور ناراضگی کی روایت حضرت ام المومنین سے نہیں ہے بلکہ کوئی مرد راوی ہے۔

جو اس روایت کی اسناد میں موجود ہے۔

اور اس لئے کہ ان میں سے جو راوی سب سے مقدم ہے وہ حضرت عروہ بن زبیرؒ ہیں جن کی ولادت ۲۲ھ میں ہے۔

اور واقعہ مذکورہ کا قصہ ۱۱ھ کا ہے۔ گویا پہلے راوی کی پیدائش سے بھی یہ ۱۱ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر مختلف راویوں سے یہ روایت ہے ان میں سے سے بھی صرف ایک آخری راوی عبد العزیز کی روایت میں یہ

لفظ ہے اس کے علاوہ چار روایتوں میں کسی راوی نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور شیعہ علامہ ابنِ میثم بحرانی کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے کہ "فرضیت بذٰلک" یعنی حضرت سیدہ اس پر خوش ہو گئیں۔

یہی اہل سنت کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراؓ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے خوش دنیا سے گئیں۔

لفظ غضبت راوی کی ملاوٹ ہے

حضرت سیدہ فاطمہؓ کے فدک کے بارے میں صدیق اکبرؓ سے دریافت کے سلسلہ میں مختلف راویوں سے تقریباً ۱۵ اسندوں کے ساتھ یہ روایت مختلف الفاظ میں کتب حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے مخالفین ان میں سے منقول صرف ایک روایت کے لفظ غضبت کو لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان صحابہ نے بڑا ظلم کیا ہے کہ حضرت فاطمہ کو باغ فدک جو کہ وراثت میں ان کا حق تھا نہ دیا۔ جس سے وہ ان سے ناراض ہو گئیں۔ اس روایت کی حقیقت کیا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کریں۔ آنحضرت ﷺ کے دنیا سے انتقال فرمانے کے دو سو (۲۰۰) سال بعد امام بخاریؒ نے جب اُس دور کے محدثین اور مؤرخین سے احادیث نقل کیں تو اس بارے میں انہوں نے پانچ راویوں سے یہ روایت جس طرح سنی بخاری شریف میں درج کر دی چار راویوں نے اس روایت میں غَضِبَتْ کا لفظ نہیں بیان کیا۔ لیکن

ایک راوی عبد العزیز بن عبد اللہ نے اپنی روایت میں غضبت کا لفظ بھی ملایا ہوا نقل کر دیا۔

اس طرح ان تمام مقامات پر حضرت عائشہ تک ۵ روایتوں کی سند مروی ہے۔ ان سب راویوں میں صرف حضرت عائشہ تک کی روایتوں میں صرف ایک راوی ابنِ شہاب زہری سے منقول روایت میں بھی صرف ایک راوی عبد العزیز کی روایت میں غضبت کا لفظ ہے۔ باقی حضرت عائشہ اور دوسرے صحابہ سے منقول کسی روایت میں یہ لفظ نہیں اور نہ ہی ابنِ شہاب زہری سے منقول ہے۔

حدیثِ میراث نبوی

حضرت ابو بکر و عمر فدک کا مال سنتِ نبوی کے مطابق تقسیم کرتے رہے۔

قضیہ فدک میں حضرت فاطمہؓ فیصلہ صدیقی پر خوش ہو گئیں تھیں۔

اب واضح ہو کہ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق فدک کا مال حضرت ابو بکر صدیق اور اسی طرح حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حُسینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ تقسیم کرتے رہے۔

عام مؤرخین کے علاوہ بعض شیعہ مؤرخین بھی حضرت ابو بکرؓ کے اہل بیت کو خرچہ دینے کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کا صدیق و فاروق سے راضی ہونا

شیعہ مکتبہ فکر کے علامہ میثم بحرانی نے بھی حضرت ابو بکر کے اعتذار اور رضا فاطمہؓ کے متعلق لکھا ہے:

وَ ذٰلِکَ اَنْ لکِ مَا لَا بیک کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَأْخُذ مِنْ فَدَک قوتکُمْ وَ یَقْسِم الْبَاقِیْ وَ یَحْمِل عَنْه فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لک عَلَی اللّٰہ اَن اضع بِهَا کَمَا کَانَ یَضَع فَرَضِیْت بِذٰلِکَ وَ اَخَذَت الْعَهد عَلَیْه بِهٖ وَ کَانَ یَاخذ غلتها فَیدفع اِلَیْهِمْ مِنْهَا مَا یَکْفِیْهِمْ وَ یقسم الْبَاقِی وَ کَانَ عُمَر کَذٰلِکَ ثُمَّ کَانَ عُثْمَان کَذٰلِکَ ثُمَّ کَانَ عَلِیّ کَذٰلِکَ۔[1]

اور وہ یہ کہ آپ کو وہ کچھ ملے گا جو رسول اللہ ﷺ سے ملا کرتا تھا۔ حضور ﷺ فدک سے تمہاری خوراک لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے تھے اور جہاد میں سواریاں فراہم کرتے تھے۔ آپ کے لئے میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں فدک میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ اس معاہدہ پر خوش ہو گئیں۔

اور وہ وعدہ پختہ لے لیا۔ حضرت ابو بکرؓ فدک کا غلہ لے کر اہل بیت

---

[1] حدیدی شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۴، شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی ج ۵ ص ۱۰۷، و مثلہ فی درۃ النجفیۃ شرح نهج البلاغۃ ص ۳۳۲

کو اتنا دیتے جو ان کو پورا ہو تا پھر باقی تقسیم کر دیتے پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی اسی طرح عمل جاری رکھا۔

فائدہ: اس شیعہ روایت سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابو بکر کے ارشاد نبوی سننے پر فَغَضِبت (ناخوش سی ہوئیں) غلط ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ فَرَضِیَتْ (راضی ہوئیں)۔ اصل صورت حال یہ ہے۔ معلوم ہوا کہ فغضبت کا لفظ راوی کا اپنا ٹوٹکہ ہے۔

ازواج مطہرات نے بھی ترکہ کی تقسیم کا مطالبہ ترک کر دیا تھا

امام بخاری فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ : أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ......الخ

قَالَ : فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ : صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ : أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ، أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ، يَقُولُ : لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ،

فَانْتَهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ، قَالَ: فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا، فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا۔[1]

ترجمہ: امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم نے سُنا ابو الیمان سے، انہیں خبر دی شعیب نے انہیں خبر دی ابنِ شہاب الزہری نے انہوں نے فرمایا کہ اُن کو خبر دی مالک بن اوس نے۔۔۔الخ

ابنِ شہاب زہری کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا تذکرہ عروہ بن زبیر سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے یہ روایت تم سے صحیح بیان کی۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ سے سنا ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج نے عثمانؓ کو ابو بکرؓ صدیق کے پاس بھیجا (جب وہ خلیفہ بنے) اور اُن سے مطالبہ کا ارادہ کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو "فئے" اپنے رسول ﷺ کو دی تھی اس میں سے ان کے حصے ملنے چاہیں۔ لیکن میں نے انہیں روکا اور ان سے کہا:

---

[1] بخاری شریف جلد ۲۔ کتاب المعازی باب ۴۸۳۔ حدیث ۱۲۰۴



تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا آنحضرت ﷺ نے خود نہیں فرمایا تھا کہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ کا اشارہ، اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا۔ البتہ آلِ محمد (ﷺ) کو اس جائیداد میں سے (حسب سابق) ملتا رہے گا۔

جب میں نے ازواج مطہراتؓ کو حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنی رائے بدل دی۔

عروہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ یہی وہ صدقہ ہے جس کا انتظام پہلے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود ہی اس کا انتظام کرتے تھے۔ (اور جس طرح آنحضور ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے اسے خرچ کیا تھا اسی طرح انہیں مصارف میں آپ بھی خرچ کرتے تھے۔)

حضرت علیؓ کے بعد وہ صدقہ حضرت حسنؓ بن علیؓ کے انتظام میں آگیا تھا۔ پھر حضرت حسینؓ بن علی کے انتظام میں رہا۔ پھر حضرت علی (زین العابدین) بن حسینؓ (مثنٰی) اور پھر حسن (مثنٰی) بن حسن کے انتظام میں رہا۔ یہ دونوں حضرات اس کا انتظام و انصرام نوبت بنوبت کرتے رہے۔ آخر میں یہ صدقہ حضرت زید بن حسنؓ کے انتظام میں آگیا تھا اور یہ حق ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا

صدقہ تھا۔

حاصل: اس تفصیلی روایت میں صاف وضاحت ہے کہ فدک کے باغ کی آمدن حضرت علی المرتضیٰ کی نگرانی میں حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق آلِ محمد میں یعنی ازواج مطہراتؓ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی آل و اولاد وغیرہ میں تقسیم ہوتی تھی۔ اور یہ سلسلہ اولاد حضرت علیؓ المرتضیٰ میں ہی آگے متولی ہونے کا چلتا رہا۔ اور وہی اس باغ فدک کی آمدن فرمان نبویؐ کے مطابق تقسیم کرتے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہراتؓ نے فرمان نبویؐ، حضرت عائشہؓ سے سن کر فدک کی تقسیم کا خیال بدل لیا، جس طرح حضرت فاطمہؓ، حضرت صدیقِ اکبرؓ سے فرمان نبوی سُن کر مطمئن ہو گئی تھیں۔

اس سے راوی کا خیال کہ فرمانِ نبوی کو سُن کر حضرت فاطمہؓ ناخوش سی ہو گئیں غلط گمان ہے۔

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فرمان نبوی سُن کر ازواج مطہراتؓ تو مطمئن ہو جائیں اور حضرت فاطمہؓ ناخوش ہو جائیں یہ راوی کا اپنا نظریہ تو ہو سکتا ہے اہل بیتِ رسول کے بارے میں یہ تصور بھی غلط ہے کہ فرمانِ نبویؐ سن کر وہ ناخوش سی ہوئی ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راویوں کے غلط گمان سے اور اہلِ بیتِ رسول کے ذمہ بدگمانی کے الزام سے محفوظ رکھیں۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور

حضرت عثمانؓ و علیؓ کی محبت اور عقیدت سے ہمارے دِلوں کو مُنور کر دیں۔ آمین۔

ہبہ فدک کی روایات موضوع ہیں

مسئلہ میراثِ انبیاء سے جب مخالفین عاجز آگئے تو ہبہ فدک کی حدیث گھڑی گئی۔

دعویٰ میراث دعویٰ ہبہ کی نفی کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میراث موت کو چاہتا ہے اور ہبہ حیات کو۔ مطالبہ فدک اگر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ میراث کی بنا پر ہو یا ہبہ کی بنا پر ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مطالبے کی بنیاد میراث اور ہبہ دونوں پر رکھی جا سکے۔ کیوں کہ اس میں اجتماع نقیضین صریح طور پر پایا جاتا ہے۔

اگر مخالفین ان دونوں لفظوں کے معانی کو سوچتے تو ایک ہی دعویٰ میں دونوں لفظوں کو ہرگز جمع نہ کرتے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطالبہ فدک میراث پر مبنی ہے تو ہبہ کی روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ اگر یہی مطالبہ ہبہ پر مبنی ہے تو قصہ میراث باطل ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کاروائی نہایت اچھی ہے کہ مطالبہ کی بنیاد میراث کو لکھا ہے۔ اور ہبہ کی روایت کو اپنی کتاب بخاری شریف میں

کہیں بھی نہیں لکھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ مطالبے کو میراث پر استوار کیا جائے تو ہبہ کا نام لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

سوال: بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے ہبہ فدک کی حدیث کو تسلیم کر کے ایک وثیقہ لکھ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ وثیقہ حضرت فاطمہؓ سے لے کر پھاڑ ڈالا۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ روایت بھی شیعہ کی گھڑی ہوئی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی حدید شیعی نے اپنی کتاب حدیدی شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۹ پر اس روایت کے موضوع ہونے کا اقرار کیا ہے۔

اس روایت میں ایک راوی ابو یحییٰ تمیمی جس کا نام اسمٰعیل بن ابراہیم احول ہے۔

تہذب التہذیب جلد اول ص ۲۸۱ پر لکھا ہے:

قال ابو داؤد شیعی

یعنی ابو داوود نے اس کے بارے میں شیعہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسرے راوی عباد بن یعقوب کے بارے میں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۶ پر لکھا ہے کہ:

غالی شیعہ تھا اور صحابہؓ کرام کو بہت بُرا جانتا تھا۔

نیز تہذیب التہذیب جلد پنجم ص ۱۱۰ پر لکھا ہے:

قال ابن حبان: کان رافضیا داعیه

ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ (عباد بن یعقوب) رافضی تھا اور لوگوں کو رفض کی طرف دعوت دیتا تھا۔

میزان الاعتدال طبع جدید جلد دوم ص ۷۹ ا پر لکھا ہے:

عباد بن یعقوب کے شیعہ ہونے کی تفصیلاً بحث موجود ہے۔[1]

تیسرے راوی فضیل بن مرزوق کے بارے میں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۳۳۵ قدیم، طبع جدید جلد سوم میں بھی ان کا شیعہ ہونا ظاہر کیا ہے کہ یہ موضوعات کی روایات رویت کرنے کا عادی تھا۔

چوتھے راوی عطیہ عوفی کوفی کے بارے میں میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۰۱ طبع مصر میں لکھا ہے کہ سالم مرادی کہتا ہے کہ عطیہ اپنے آپ کو شیعہ میں ظاہر کرتا تھا۔

نیز کتاب میزان الاعتدال جلد سوم ص ۷۹ طبع جدید میں بھی لکھا ہے۔

نیز تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص ۲۲۶ پر لکھا ہے کہ عطیہ کلبی کا خاص شاگرد ہے۔ اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید بنا رکھی تھی۔ حدیث بیان کرتا تو لوگ پوچھتے کہ یہ حدیث تجھ کو کس نے بتائی؟ وہ فوراً کہہ دیتا کہ مجھ کو ابو سعید نے بتائی۔ پس لوگوں کے خیال میں ابو سعید خدری

[1] ھدی اساری لابن حجر العسقلانی میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے اٹھارہ ایسے رواۃ حدیث کے نام گنوائے ہیں جن کی احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں اور وہ رواۃ شیعہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے عباد بن یعقوب کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ وہ رافضی تھے۔

آجاتے کیوں کہ ابو سعید کی کنیت سے وہ مشہور تھے۔ حال یہ ہے کہ کلبی کی مراد ابو سعید کلبی سے ہوتی تھی۔

ابن حبان کہتے ہیں: عطیہ کوفی کی حدیث نقل کرنا حلال نہیں ہے مگر تعجب کے طریق پر۔ (تحقیق فدک از احمد شاہ بخاری ص ۱۲۹)

اب اگر یہ روایت کسی سُنی کتاب در منثور وغیرہ میں بھی ہے تو اس روایت کے راوی شیعہ ہیں اور تقیہ میں بعض سُنّی بن کر روایت کرتے رہے۔ جس سے اگر کسی سُنّی محدّث نے لکھا ہے تو روایت کا راوی جب شیعہ ہے تو اس کو سُنّی روایت تسلیم نہیں کیا جا سکتا، بخلاف اس کے کسی روایت کا کتب شیعہ میں درج ہونا۔ اس کے حقیقت میں شیعہ ہونے کی پختہ دلیل ہے۔

کیوں کہ سُنّی عالم نے اپنے آپ کو نہیں چھپایا اور علمائے اہل سنت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس نے ساری زندگی تشیع کے لباس میں گزاری ہو اور حقیقت میں سُنّی ہو۔

پس اہل السنّت کا شیعہ علماء کو دھوکا دینا ممکن نہیں ہے اور شیعہ علماء کا اہل سنت علماء کو دھوکا دینا واقعات میں سے ہے۔ پس جو روایت کتب شیعہ میں موجود ہو گی وہ خاص شیعہ کی روایت ہو گی اور جو روایت کتب اہل سنت میں پائی جائے گی وہ قابلِ تحقیق ہو گی۔ اگر اس کے راوی شیعہ ہیں تو شیعہ کی روایت تصور کی جائے گی، اہل سنت پر حجت نہیں ہو گی۔

اور اگر اس کے سب راوی سُنّی ہیں تو ضرور اہل سنت کی روایت ہو گی اور اہل سنت پر حجت کا کام دے گی۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی (المولود ۳۳ھ المتوفیٰ ۱۱۱ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّد بِنْ عَلِیّ بن الْحَسَن شَفِیْق النضر بن عَبْد اللہ الاصم نا اسمٰعیل بن زکریا عَنْ عَاصم عَنْ ابن سیرین قَالَ: کَانَ فِی الزمن لاَوّل لَا یَسَاءَ لُوْنَ عَنِ الْاَسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَۃ سَاءَ لُوْا عَنِ الْاَسْنَاد لِکَیْ یَاخُذُوْا حَدِیْث اَھْلِ السُّنَّۃِ وَ یَدْعُوْا حَدِیْث اَھْلِ الْبِدْعِ (کتاب العلل ص ۱۴، ترمذی ج ۲ از امام ترمذیؒ)

ترجمہ: محمد بن علی بن حسن شفیق نضر بن عبد اللہ اصم، اسمٰعیل بن زکریا، عاصم، ابن سیرین سے منقول ہے کہ پہلے زمانہ میں اسناد کے بارے میں سوال نہیں ہوتا تھا لیکن جب فتنہ برپا ہو گیا تو لوگوں نے اسناد کے بارے میں سوال شروع کیا تا کہ اہل سنت کی روایتیں لے لیں اور بدعتیوں کی روایات چھوڑ دیں۔

امام مسلم بھی صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بن الصَبَّاحِ قَالَ ثَنَا اسمٰعِیْل بن زَکَرِیا عَنْ عَاصم الاحول عَنْ ابْن سیرِیْن قَالَ: لَمْ یَکُوْنُوْا یَسْئَالُوْنَ عَنِ الْاَسْنَاد فَلَمَّا وَقَعَت الْفِتْنَۃ قَالُوْا اسمُّوْا لَنَا رِجَالکُمْ فَلْیَنْظر اِلٰی اَھْلِ السُّنَّۃِ فَیُؤْخَذُ حَدِیْثَھُمْ وَ یُنْظَر اِلٰی اَھْلِ البِدْعِ فَلَا

يُؤْخَذُ حَدِيْثَهُمْ (مقدمہ صحیح مسلم شریف ج ۱ از امام مسلمؒ)

ترجمہ: ابو جعفر محمد بن صباح اسمٰعیل بن زکریا عاصم الاحول ابن سیرین سے بیان کرتے ہیں: پہلے حضرات اسنادِ حدیث ہی دریافت نہ کرتے تھے۔ لیکن فتنہ بپا ہو جانے کے بعد اہل سنت راویان کی حدیث قبول کرلی جاتی تھی اور اہل بدعت کی حدیث رد کردی جاتی تھی۔

اہل السنّت اور اہل بدعت کون ہیں؟

شیعہ مکتبہ فکر کی کتب میں بھی حضرت علیؓ المرتضٰی کا قول منقول ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا: اہل البدعت اور اہل السنّت کون لوگ ہیں؟ فرمایا:

اَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ وَاِنْ قَلُّوْا وَ اَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَ لِرَسُوْلِهٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَأْيِهِمْ وَ اَهْوَاءِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا۔[1]

ترجمہ: اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور رسول اللہ ﷺ کے امر سے اگرچہ وہ کہیں تھوڑے ہوں۔ اور اہل بدعت وہ ہیں جو اپنی آراء

[1] احتجاج طبرسی ج ۱ ص ۲۴۶ مولفہ ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی

اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں زیادہ ہوں۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا یہ قول اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہے:

وَ اَمَّا اَھْلُ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّکُوْن بِمَا سَنَّہُ اللہ لَھُمْ وَ رَسُوْلُہ وَ اِنْ قَلُّوْا وَ اَمَّا اَھْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْن لِاَمْرِ اللہ وَ لِکِتَابِہٖ وَ رَسُوْلِہٖ الْعَامِلُوْنَ بِرَأْیِھِمْ وَ اَھْوَاءِھِمْ وَ اِنْ کَثُرُوْا وَ قَدْ مَضٰی مِنْھُمُ الْفَوْجُ الْاَوَّلُ وَ بَقِیَت اَفْوَاجًا۔[1]

ترجمہ: اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ طریقہ پر چلتے ہیں گو کہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہوں، اپنی رائے اور اپنی خواہش پر عمل کرتے ہوں گو کہ ان کی تعداد زیادہ کیوں نہ ہو۔ ان کی پہلی فوج گزر چکی ہے اور فوجیں ابھی باقی ہیں۔ ان کا استقبال اللہ ہی کے سپرد ہے۔

بدعتِ کبریٰ کے مرتکب کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا

اہل بدعت میں دو قسم کے لوگ ہوئے ہیں:

---

[1] مسند وکیع بن جراح۔ کنز العمال ج ۱۶ حدیث ۴۴۲۰۹

☆ایک بدعتِ صغریٰ کے مرتکبین
☆دوسرے بدعتِ کبریٰ کے مرتکبین

بدعتِ صغریٰ کے مرتبین وہ ہوتے ہیں جو عقیدے یا عمل میں بدعتی ہوتے ہیں۔ یعنی جن کی بدعت عقیدہ یا عمل میں کفر تک نہیں پہنچی ہوتی۔ ایسے شخص کو بدعتی کہا جا سکتا ہے۔ اگر وہ دیگر اصولِ حدیث پر پورا اترتا تھا تو اُس کی روایت لے لی جاتی تھی۔

اور بدعتِ کبریٰ کے مرتکبین وہ ہوتے ہیں جو عقیدے یا عمل میں بدعتی ہوتے ہیں اور اُن کے بدعتی عقائد و اعمال حدود کفر تک جا ملتے ہیں۔ ایسا شخص خواہ اس بدعت کی دعوت دے یا نہ دے، بہر حال اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ خواہ وہ شخص اپنے کردار میں کیسا ہی سچا اور کھرا کیوں نہ ہو۔

حضرات فقہاء و محدثین نے یہ اصول قائم کیا اور پھر وہ رواۃِ حدیث کو اسی اصول پر پرکھتے چلے گئے کہ کسی راوی میں کیا بدعت تھی۔ جب کسی کی بدعت عقیدے یا عمل کی حد کفر تک پہنچی ہوتی تھی تو اس سے روایتِ حدیث کرنا ترک کر دیتے تھے۔ اور اگر وہ بدعت درجۂ کفر سے کم ہوتی تھی اور اس راوی میں دیگر کوئی جھوٹ اور دھوکہ دہی وغیرہ کا عیب نہیں پایا جاتا تھا تو اس کی روایت کو قبول کر لیا جاتا۔

اس اصول ہی کے مطابق حدیث کی کسی روایت میں جب کسی شیعہ

راوی کا نام آیا تو بعض حضرات فقہاء و محدثین نے بدعتی، شیعہ، مرجیٔ، خارجی کی روایت بھی قبول کرلی جس کی بدعت عقیدے یا عمل کی حد کفر سے کم تھی۔

اسی اصول کے تحت ائمہ اہل سنت حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداوود اور امام نسائی اور ان کے علاوہ بھی بے شمار محدثین کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اہل تشیع سے روایات حدیث نقل کی ہیں۔ مذکورہ محدثین کے دور میں یہ اہل تشیع تقیہ کر کے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ بعد میں جب ان کا شیعہ ہونا ظاہر ہو گیا، تب محدثین کے علم میں آیا۔

پھر اسی اصول کے مطابق اگر روایت حدیث میں کوئی ایسا راوی آگیا جو شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہے کہ اس کی بدعت حد کفر تک پہنچتی ہے تو اس کی روایتِ حدیث نہیں لی جاتی تھی۔

مثلاً کوئی ایسا راویٔ حدیث ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا علیؓ دُنیا میں دوبارہ واپس تشریف لائیں گے یا پھر وہ معاذ اللہ صحابہؓ کرام کے لئے سب وشتم کا قائل ہے تو یہ شخص شیعہ ہونے کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہے۔ اب اس کی روایت نہیں لی جائے گی۔ گویا ان حضرات ائمہ کرام نے شیعہ رافضی کی روایت کو چھوڑ دیا، جب ان کا شیعہ رافضی ہونا علم میں آگیا۔

اس اصول کی تفصیل کے لئے کتب اسماء الرجال شاہد ہیں۔

(۱) ہدی الساری لابن حجر العسقلانی

(۲) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی

(۳) الفیض السمائی علی سنن النسائی

(۴) المدخل للحاکم نیشاپوری مع تحقیق احمد بن فارسی اسلام

(۵) مقدمہ اعلاء السنن، للشیخ ظفر احمد عثمانیؒ

اور اصول حدیث پر ان محولہ کتب کے علاوہ ائمہ حدیث نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ہدی الساری میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ۱۸ ایسے رواۃ کے نام گنوائے ہیں جن کی احادیث صحیح بخاری میں موجود ہیں اور وہ رواۃ شیعہ ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے عباد بن یعقوب کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ وہ شیعہ رافضی تھے۔ لیکن حضرت امام بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ صحیح مسلم تو شیعہ راویوں سے بھری پڑی ہے اور حضرت امام مسلم نے ان سے روایت کی ہے لیکن اُس وقت سب کا رافضی ہونا ظاہر نہیں ہوا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم کے یہ تمام شیعہ راوی اس معنٰی میں شیعہ ہیں جس معنٰی کی تشریح اصول حدیث کے مطابق کی گئی ہے۔ ان شیعہ راویان حدیث کی وہ احادیث جن میں خلفائے راشدینؓ یا صحابہؓ کرام پر سب و شتم ہے، ترک کر دی جائیں گی کہ اُن کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اعتماد نہیں رہا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی اسی اصول کے قائل تھے کہ شیعہ رافضی سے روایت نہ لی جائے۔ ان کے متعلق خطیب بغدادی نے جو روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا عُمَر بْن اِبْرَاهِيم قَالَ: سَمِعْتُ اِبْنُ الْمُبَارَک يَقُوْل: سَأَلَ اَبُوْ عَصْمَةَ اَبَا حَنِيْفَة: لِمَنْ تَأْمُرَنِيْ اَنَّ اسْمَعِ الْآثَار؟ قَالَ: مَنْ كُلّ عَدْلِ فِيْ هَوَاهِ اِلَّا الشِّيْعَة، فَاِنْ أَصل عَقْدَهُمْ تَضْلِيْل اَصْحَابِ مُحَمَّد ﷺ۔[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ ابو عصمۃ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے عرض کیا کہ میں صحابہؓ کرام کے آثار کس سے سُنا کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:
ہر اُس شخص سے سنو جو اپنی بدعات (ھویٰ) میں اعتدال سے کام لیتا ہو لیکن دیکھو شیعہ راویوں سے روایت نہ لینا۔ کیوں کہ ان کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کرام گمراہ تھے۔

اس روایت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مراد شیعہ رافضی ہیں۔

---

[1] الکفایۃ فی معرفۃ أصول علم الروایۃ، باب ذکر بعض المنقول عن ائمہ اصحاب الحدیث فی جواز الروایۃ عن اہل الاہواء و البلاع، رقم الحدیث: ۳۳۸، ج ۱ ص ۳۸۲، ماہنامہ الندوہ ج ۳ ش ۱، ماہ صفر ۱۴۳۳ھ جنوری ۲۰۱۲ء مولفہ مفتی سعید خان

کیوں کہ شیعہ رافضی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ صحابہؓ کرام جو دین، وحی، کتاب اور سنت کی تصدیق کرنے والے اور اسلام کے مذہب حق ہونے کے پہلے گواہ ہیں، ان پر جرح کرکے ان کی ثقاہت پر تہمت لگائی جائے اور انہیں ناقابل اعتبار ٹھہرایا جائے۔ تاکہ دین کے یہ ستون کمزور قرار پائیں اور اسلام کی عمارت گر جائے۔

آٹھویں صدی ہجری کے سرخیل ائمہ حدیث، قائد المحدثین زبدۃ المؤرخین امام ذہبی حافظ ابو عبداللہ احمد بن احمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

جَمْهُوْر الْاُمَّة عَلٰی تَرْجِیْح عُثْمَان عَلَی الْاَمَام علی وَ اِلَیْهِ تَذْهَب وَ الْخطب فِیْ ذٰلِکَ یَسِیْر وَ الْاَفْضَل مِنْهُمَا لَا شَک اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَر مَنْ خَالف فِیْ ذَا فَهُوَ شِیْعی جلد وَ مَنْ اَبْغَضَ الشَّیْخَیْن وَ اعتقد صحة اَمَامتهُمَا فَهُوَ رَافِضِی مقیت وَ مَن سبّهُمَا وَ اعتَقَد انَّهُمَا یَسَا یَامَامی هدی فَهُوَ من غلاة الرَّافضه ابعدهُم اللہ۔[1]

ترجمہ: جمہور اُمت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور ہم (اہل السنت و الجماعت) اسی کے قائل

---

[1] سیر اعلام البلاء، امداد قطنی ج۱۶ ص۴۵۷، ماہنامہ الندوہ ج۳ ش۱، صفر ۱۴۳۳ھ، جنوری ۲۰۱۲ء

ہیں۔ اور یہ فیصلہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ اور یقینا اس عقیدے میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے بعد آنے والے ان دونوں حضرات خلفاء سے افضل ہیں اور جو شخص اس عقیدے کا مخالف ہے (یعنی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کو افضل نہیں سمجھتا) وہ پکا شیعہ ہے۔ اور جو بھی شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) سے نفرت رکھے لیکن اُن کی خلافت کو درست سمجھے، وہ قابل نفرت بہت بڑا رافضی ہے۔ جو حضرات شیخینؓ کو بُرا بھلا کہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ پہلے دونوں خلفاء راہِ ہدایت کے امام نہیں تھے تو وہ ایسے غالی رافضیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور فرمائے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

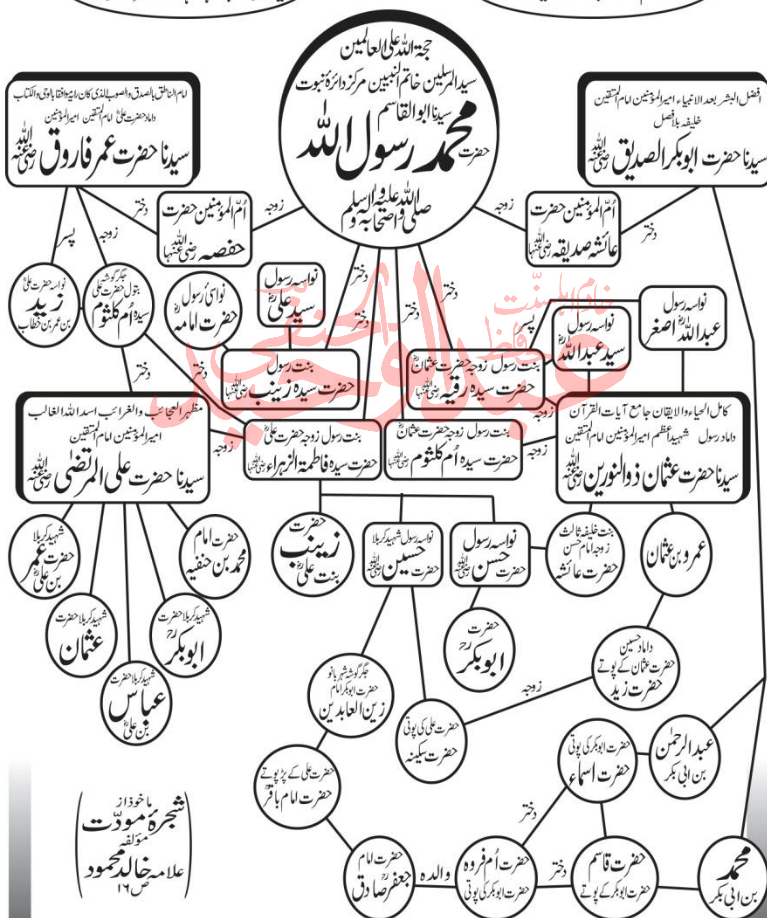
۱۵ شعبان ۱۴۳۳ھ مطابق ۶ جولائی ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک

☆☆☆☆

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی [شوریٰ پ ۲۵]

فرما دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مگر رشتہ داروں میں محبت چاہیے۔

شجرۂ مودّت



فہرست مطبوعات ورسائل...... مؤلف حافظ عبدالوحید الحنفی

اشاعتی سلسلہ نمبر	عنوان کتاب / رسالہ	صفحات	قیمت
01	دین اسلام کا لغوی معنی اور اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ	32	20/-
02	تعلیمات اسلام، انسان کی تخلیق، دنیا میں آنے کا اصل مقصد کیا ہے؟	32	20/-
03-04	تعلیمات اسلام (حصہ اول تا سوم)	32x3	60/-
05-09	سیرت رحمت للعالمین ﷺ (حصہ اول تا چہارم)	32x4	80/-
10	احادیث رسول ﷺ، فضائل درود وسلام	32	20/-
11	مناقب اہل بیت رسول ﷺ (حصہ اول)	64	40/-
12	مناقب امام حسنؓ وامام حسینؓ و آلؓ واصحابؓ نبی ﷺ	64	40/-
13-14	مناقب اصحابؓ رسول ﷺ (حصہ اول تا دوم)	32, 64	60/-
15-16	مناقب خلفاء راشدینؓ (حصہ اول تا دوم)	32, 64	60/-
17	اہل سنت کون اور اہل بدعت کون ہیں؟	16	10/-
18-20	سلوک وطریقت کی حقیقت (حصہ اول تا سوم)	16, 32, 32	50/-
21-22	مسائل طیبہ، تعلیم المسالک درامین نبوی ﷺ، مجلس حدیث	64, 32	60/-
23-25	نفس اور روح کی حقیقت، عالم برزخ، موت اور قبر کی حیات (حصہ اول تا سوم)	64, 32, 32	80/-
26	تاریخ اسلام (حصہ اول) کتب تاریخ کی حقیقت	64	40/-
27	تاریخ اسلام (حصہ دوم) دنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟ پہلے پہلے اسلام لانے والے	32	20/-
28	تاریخ اسلام (حصہ سوم) مہاجرین وانصار صحابہؓ	96	60/-
29	تاریخ اسلام (حصہ چہارم) فتوحات اسلامی (غزوہ بدر تک کی مہمات اور جنگ بدر)	112	70/-
30	تاریخ اسلام (غزوہ اُحد تک کی مہمات اور جنگ اُحد)	80	50/-
31	تاریخ اسلام (حصہ پنجم) فتوحات نبوی ﷺ (جنگ خندق، بیعت رضوان، جنگ موتہ)	96	60/-
32	تاریخ اسلام (حصہ ششم) فتح مکہ سے لشکر اسامہ تک	80	50/-
33	تاریخ اسلام (حصہ ہفتم) فتوحات خلفائے راشدینؓ	272	200/-
34	تاریخ اسلام (حصہ ہشتم) سیرت صدیق اکبرؓ	152	195/-
35	تاریخ اسلام (حصہ نہم) سیرت فاروق اعظمؓ	320	200/-
36	حدیث قرطاس	32	20/-
37	حقیقت باغ فدک	48	30/-
38	تاریخ اسلام (حصہ دہم) سیرت عثمان ذوالنورینؓ	(زیر طبع)	
39	تاریخ اسلام (حصہ یازدہم) سیرت علی المرتضیٰؓ	(زیر طبع)	
40	تاریخ اسلام (حصہ دوازدہم) سیرت امام حسنؓ وامام حسینؓ	(زیر طبع)	